مذہبی، اعتبار سے اپنا مربّی سمجھتے اور ان کی مذہبی تعبیر کے سامنے سر جھکا دیتے، مختار کے اس بہروپ سے بہت مرعوب ہوئے اور اس کی اطاعت کے لئے ہر موقع پر جب کہ دوسرے آقاؤں کے احکام نظر انداز ہو جاتے تیار رہتے تھے۔ اس حربہ سے مختار نے بڑے بڑے کام نکالے جیسا کہ ان کی تفصیلات کے وقت ہم دیکھیں گے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا مختار طائف کا باشندہ تھا پہلی بار اس سے ہماری ملاقات ۱۳ھ میں اس کے باپ ابو عبیدہ کے ساتھ ہوتی ہے حضرت عمرؓ نے ابو عبید کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ حیرہ کے راستہ سے عراق کے ایرانی علاقہ (سواد) پر حملہ کرنے ۱۳ھ میں روانہ کیا تھا۔ مختار اس کے ساتھ تھا اس کی عمر تیرہ برس کی تھی ابو عبید جنگ میں کام آیا[1]۔ یہ تصریح بلاذری نے انساب[1] الاشراف میں کی ہے لیکن ابن سعد نے واقدی کی سند سے لکھا ہے کہ ابو عبید نے روانہ ہوتے وقت اپنے بچوں کو مدینہ چھوڑ دیا تھا اس کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے لڑکے عبید اللہ نے اس کی لڑکی صفیہ سے شادی کر لی اور مختار مدینہ میں مقیم ہو گیا ان کی ہمدردیاں اور تعلقات اہل بیت کے ساتھ تھیں۔ پھر ۳۵ھ میں جب حضرت علی مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو یہ ان کے ساتھ تھا اور کوفہ میں مقیم ہوا بصرہ کی جنگ جمل ۳۶ھ سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کوفہ آئے اور اس کو اپنا پایہ تخت بنایا اور مختار کے چچا سعد بن مسعود کو عراق کے مشہور شہر مدائن کا گورنر مقرر کیا[2]۔ مختار غالباً اس کے ساتھ رہنے لگا یا کوفہ سے اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا: سعد نے غالباً محصول کا روپیہ مختار کی معرفت مدائن سے حضرت علیؓ کے پاس بھیجا، روپیہ پیش کرنے کے بعد اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں پندرہ درہم تھے اور حضرت علیؓ سے بولا "یہ رنڈیوں کے مختانہ میں سے ہے"۔ حضرت علی نے ترش رو ہو کر کہا: "تیرا برا ہو میرا رنڈیوں سے کیا تعلق ہے؟" پھر جب وہ سلام کر کے لوٹنے لگا تو حضرت علی نے ان الفاظ میں اس کے راز دروں کی نقاب کشائی کی: خدا اس کو غارت کرے، اس کا دل اگر نکال کر دیکھا جائے تو لات اور عزیٰ کی

---

[1] انساب الاشراف ۴/۲۱ ۵ داخبار الطوال ص۱۱۲ [2] طبری ۶/۸۸

© rasailojaraid.com

محبت سے پر ہوگا۔[1]

اس کے بعد مختار سے ہماری ملاقات ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کے قتل کے بعد ہوتی ہے کوفہ کے عرب قبائلی سردار جنگ صفین (۳۷ھ) کے بعد سے برابر ان کی نافرمانی کرتے رہے، زبانی اور اصولی طور پر ان کی اطاعت کا اعتراف کرتے لیکن جب ان کو معاویہ وغیرہ سے لڑنے کی ترغیب دی جاتی تو کترا جاتے اور بہانے بنا کر پیچھا چھڑا لیتے تین سال تک حضرت علیؓ جنگ جنگ پکارتے رہے، بڑی بڑی دھواں دھار تقریروں میں کوفہ کی جامع مسجد سے ان کو ڈانٹتے، اپنی خاندانی، علمی وجاہت کا پرزور اعلان کرتے، ان کو بہلاتے، ڈراتے، ابھارتے اور لالچ دلاتے لیکن سب بے سود، اس کی خاص وجہ جیسا کہ مدائنی[2] نے تصریح کی ہے یہ تھی کہ حضرت علیؓ موالی اور غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے اور ان کو مال غنیمت میں سے وظیفے اور عطیے دیتے تھے یہ بات عربوں کو سخت ناگوار تھی غیر عرب ان کے نزدیک خود مال غنیمت تھے، اسلام یا آزادی کے بعد بھی وہ عربوں کے برابر نہیں ہو سکتے تھے، مال غنیمت یا محاصلِ حکومت میں غیر عربوں کی شرکت ان کے لئے ناقابل برداشت تھی غیر عرب ان کی تمتع اور خدمت کی چیز تھے، ان کے خیال میں غیر عربوں کو وہ حقوق نہیں مل سکتے تھے جو ایک فاتح اور حکمراں قوم کا حقِ خاص ہے۔ حضرت علیؓ کے بعد ان کے لڑکے حضرت حسنؓ کو ان بے وفا لوگوں نے خلیفہ بنایا اور کچھ عرصہ بعد معاویہ سے لڑنے کو مدائن کی طرف روانہ ہوئے یہاں مختار اور اس کا چچا سعد ہم کو ملتے ہیں، سعد مدائن کا گورنر تھا۔ دونوں فوجوں کے ملتے ہی حسنؓ کی فوج کا بیشتر حصہ جو کوفہ کے ان قبائلی سرداروں اور ان کے ماتحت قبیلوں پر مشتمل تھا جنہوں نے حضرت علیؓ سے بے وفائی کی تھی بھاگ کھڑا ہوا ایک گروہ دشمن سے مل گیا ایک نے حسن کا خیمہ لوٹ لیا جس میں خزانہ اور اسلحہ تھا اور ان پر جارحانہ وار کر کے منتشر ہو گیا اس نازک موقعے پر مختار اپنے چچا سعد کو مشورہ دیتا ہے کہ حضرت حسن کو معاویہ کے سپرد کر کے تقربِ شاہی حاصل کیا جائے۔ سعد کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی[3] اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے بلاذری

---

[1] اصابہ ۳/۵۱۸ و استیعاب حاشیہ اصابہ ۳/۵۳۶ [2] شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید [3] طبری ۶/۹۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصنف انساب الاشراف (۵/۲۱۲) کہتا ہے کہ بعض شیعوں کو جب مختار کے اس مشورہ کا پتہ چلا تو انھوں نے اس کو قتل کرنا چاہا لیکن سعد نے حضرت حسن سے سفارش کر کے اس کو بچا لیا۔ مختار کی اس حرکت کی وجہ سے عام شیعہ اس کو عثمانی یعنی اہل بیت کا دشمن اور بنو اُمیہ کا حامی خیال کرنے لگے تھے۔

بیس سال کا عرصہ اور گذر جاتا ہے۔ ۴۰ھ سے ۶۰ھ تک معاویہ اپنی فراخ دستی اور کشادہ دلی کی بدولت کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے حضرت حسن نے مذکورہ سانحہ کے بعد ان سے صلح کر لی تھی جس کی ایک دفعہ کے ماتحت وہ کوفہ کا سارا خزانہ لے کر اور صوبہ اہواز کا خراج تمام کرا کے مدینہ روانہ ہو گئے اور معاویہ کی زندگی بھر خلافت سے دست بردار رہنے کا خط لکھ دیا ۵۱ھ میں ان کی ایک بیوی نے زہر دے کر ان کا خاتمہ کیا۔[1] اور ۶۰ھ میں معاویہ نے وفات پائی ان کے انتقال کے بعد کوفہ کے شیعوں میں حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنانے کی پرزور تحریک شروع ہوئی اس تحریک کے محرک وہ بڑے بڑے قبائلی سردار تھے جن کو حضرت علیؓ سے تقرب حاصل تھا اور درباری اقتدار سے مشرف تھے حضرت علی کے بعد ان کا تقرب و اقتدار جاتا رہا تھا، حضرت حسن کی صلح پر یہ لوگ بہت برہم ہوئے تھے اور ان کو خلافت کے لئے جد و جہد کرنے پر اکساتے رہتے لیکن حسن کچھ تو ان کی سابقہ بے وفائی کے سبب اور کچھ ایک گرانقدر منشن کے پیش نظر ان کی ترغیبات کو برابر مسترد کرتے رہتے تھے ان کی وفات کے بعد یہ سردار حضرت حسینؓ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے خفیہ وفد آ کر حضرت حسین سے اپنی وفاداری اور محبت اہل بیت کے پرانے راگ گانے لگے، پہلے سے بہت زیادہ گرمجوشی اور اظہار ندامت کے ساتھ لیکن چونکہ ایک طرف معاویہ بہت چوکنا رہتے اور مدینہ کی سی آئی ڈی کی معرفت حسین کے حالات معلوم کرتے رہتے اور دوسری طرف خود حسین کو شیعوں کے پچھلے طرز عمل کی بنا پر ان سے اخلاص و وفا کی امید نہ تھی وہ ٹالتے رہے اور یہ واقعہ ہے کہ قبائلی سرداروں کی اس تحریک کے پیچھے ذاتی عظمت اور دنیاوی اقتدار کا جذبہ کارفرما تھا جو۔۔

---

[1] مروج الذہب [2] اخبار الطوال ص ۲۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظمت واقتدار حضرت علیؓ کے عہد میں ان کو حاصل تھا اور جس سے بنو امیہ کی حکومت میں وہ محروم ہوگئے تھے اس کی ایک برجستہ مثال ہم کو ان کے سرگروہ حُجر بن عدی کے طرز عمل میں ملتی ہے حضرت علی کے عہد میں حُجر کو قبیلۂ کندہ کی سیادت اور دوسرے اعزاز حاصل تھے اس سیادت اور اعزاز سے محروم ہوکر وہ اور ان کی پارٹی کوفہ میں شورش برپا کرنے کے درپے ہوگئے، ایک دن کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ (۴۱ھ تا ۴۹ھ یا ۵۰ھ) جمعہ کے دن منبر پر تقریر کررہے تھے تو حجر نے ان پر کنکریاں پھینکیں مغیرہ فوراً اتر کر قصر امارت پہنچے اور پانچ ہزار درہم کا عطیہ حجر کی تالیف قلب کے لئے بھیج دیا حجر مطمئن ہوگیا مغیرہ کے کسی مشیر نے ان کو کمزوری کا طعنہ دیا تو انھوں نے کہا میں نے اس روپیہ سے حُجر کو قتل کردیا ہے[۱]۔

حضرت معاویہ کا لڑکا یزید ۶۰ھ میں خلیفہ ہوا۔ شیعی پھر حرکت میں آئے اور ہر بار سے زیادہ شدت اور جوش کے ساتھ، حُجر اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی بدولت زیاد کے زمانہ میں قتل ہوچکا تھا اس کی لیڈری سلیمان بن صُرد کے ہاتھ میں آئی۔ یہ بھی ایک قبائلی سردار تھا سلیمان کی قیادت میں سارے شیعے سرجوڑ کر بیٹھے اور حضرت حسین کو کوفہ بلاکر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پے درپے وفد کوفہ کے شیعہ سرداروں کے خطوط اور وفاداری کے عہدنامہ لے کر مدینہ آئے اور اس قسم کے خطوں کی اتنی بھرمار ہوئی کہ بقول مصنف اخبار الطوال حضرت حسین کے دو تھیلے ان سے بھر گئے۔ حسینؓ نے بھی موقع سازگار دیکھا اور یزید کی بیعت کو ٹالنے لگے ان خطوط کے جواب میں انھوں نے شیعہ سرداروں کو لکھا کہ میں اپنا ایک نمائندہ تحقیق حال کے لئے بھیجتا ہوں اگر اس نے تمہارے خلوص اور عزم کی تائید کی تو میں بہت جلد پہنچوں گا[۲]۔ یہ نمائندہ حضرت حسین کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل تھے شیعوں کی اس کارروائی کی خبر یزید کو ہوگئی اس نے فوراً عبیداللہ بن زیاد کو جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا اور سرکش عربوں کو قابو میں رکھنے کی بڑی صلاحیت رکھتا تھا کوفہ کی گورنری پر مامور کیا اور کوفہ کے موجودہ گورنر نعمان بن بشیر انصاری کو جنہوں نے باغیانہ شورش کو بلا تعرض پھلنے پھولنے دیا تھا معزول کردیا۔

---

[۱] اخبار الطوال صفحہ ۲۳۶ [۲] اخبار الطوال صفحہ ۲۴۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبیداللہ نے کوفہ آکر بڑی مسجد میں یہ تقریر کی! امیرالمومنین (یزید) نے مجھ کو تمہارے شہر کا حاکم مقرر کیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا خراج تم ہی پر خرچ کروں مظلوموں کے ساتھ انصاف اور فرمانبرداروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں اور نافرمانوں اور مشتبہ لوگوں کے ساتھ سختی برتوں میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا میں فرمانبرداروں کے حق میں مشفق اور مخالفت کرنے والوں کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوں گا۔[1]

کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل مختار کے گھر فروکش ہوئے۔ ذوالحجہ سنہ ۶۰ھ مختار نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان کی دعوت کو لبیک کہا۔ اس واقعہ نے اس کے سر سے عثمانی ہونے کا الزام دور کر دیا ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۴۰ھ میں اس نے اپنے چچا سعد کو مشورہ دیا تھا کہ حضرت حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیا جائے اب اس کا شمار اہل بیت کے حامیوں اور جاں نثاروں میں ہونے لگا، عبیداللہ کی تقریر کا اثر ہوا اور بہت سے لوگ جو اس کے آنے سے پہلے فتنہ کے لئے آمادہ تھے متزلزل ہو گئے۔ مسلم مختار کے گھر سے مصلحتاً ایک بارسوخ قبائلی سردار ہانی بن عروہ کے گھر روپوش ہو کر حضرت حسینؓ کے لئے خاموشی سے بیعت لینے لگے چند ہی دن میں بارہ ہزار افراد نے حلفِ وفاداری کے ساتھ بیعت کر لی، عبیداللہ نے جاسوسوں کے ذریعہ مسلم کی پناہ گاہ معلوم کرا لی اور ہانی کو بلا کر برملا قتل کرا دیا۔ اب مسلم کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ یا تو خود کو گورنر کے حوالہ کر دیں یا مقابلہ کریں انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ قصرِ امارت کا محاصرہ کر لیا رات کو قلعہ کی فصیل سے شہر کے ان سرداروں نے جو بنو امیہ کے حامی تھے اور اس وقت گورنر کے ساتھ قلعہ میں موجود جوشیلی تقریریں کیں محاصرین کو دھمکایا اور شاہ کی افواج سے جن کی خون آشام تلوار کا جنگ صفین (سنہ ۳۷ھ) میں وہ خوب تجربہ کر چکے تھے ڈرایا اور فتنہ پردازی سے باز رہنے کی اپیلیں کیں۔[2] نتیجہ یہ ہوا کہ جب رات ہوئی تو مسلم کے سارے ساتھی فرار ہو گئے حتی کہ ان کے ساتھ ایک سپاہی بھی باقی نہ رہا دوسرے دن مسلم کو ایک شیعی کے گھر سے جس نے آکر خود مخبری کی تھی گرفتار کر لیا گیا۔[3]

۱؎ اخبار الطوال ص۲۳۱ ۲؎ العبر ۳/۲۲ ۳؎ اخبار الطوال ص ۲۴۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قتل ہونے سے پہلے انھوں نے ایک معتمد سے وصیت کرتے ہوئے کہا: حسین سے کہلا بھیجو کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے جو اہل بیت کی جاں نثاری کے مدعی تھے مجھ سے بیعت کر کے غداری کی اور مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا نیز یہ کہ وہ مکہ لوٹ جائیں اور اہل کوفہ کے دھوکہ میں نہ آئیں۔

اس سے پہلے مسلم حضرت حسینؓ کو لکھ چکے تھے کہ کوفہ کی ساری آبادی ان کی طرفدار ہے اور اٹھارہ ہزار نے بیعت کر لی ہے حضرت حسینؓ کی روانگی کا جب وقت آیا تو عبداللہ بن عباس نے ان کو روکا اور اہل کوفہ کی وہ غداری یاد دلائی جس سے وہ حضرت علیؓ اور حسنؓ کے ساتھ پیش آئے تھے پھر عبداللہ بن الزبیر نے جو حصولِ خلافت کے لئے خاموشی سے زمین تیار کر رہے تھے ان کو کوفہ جانے سے روکا لیکن وہ نہ مانے، چلتے وقت ایک بار پھر عبداللہ ابن عباس نے حسین کو سمجھایا وہ پھر بھی نہ مانے ابن عباس کا آخری مشورہ یہ تھا اگر بغیر جائے تم نہیں مانتے تو بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے تم قتل ہو گے جس طرح ابن عفان (عثمان) قتل ہوئے تھے اور ان کے بچے سامنے تھے۔[1]

حضرت حسین مکہ کے اموی گورنر کی پولیس سے مڈبھیڑ کرتے ہوئے کوفہ کے راستہ سے نکل کھڑے ہوئے ان کے ساتھ ستر سے اوپر لوگ تھے جو ان کے غلاموں، کنیزوں، موالی اور خاندانی افراد پر مشتمل تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی (متوفی ۸۱ھ) ابن حنفیہ نے جانے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اس مہم کی کامیابی کی طرف سے متشکک تھے راستہ میں کئی جگہ ان کو کوفہ سے آنے والے لوگ ملے جنہوں نے لوٹ جانے کا مشورہ دیا ان کو کوفہ کی حالت سے آگاہ کیا پھر ان کو مسلم کے قتل اور ان کی وصیت کی تفصیلات ملیں لیکن ان کے قدم پیچھے نہ مڑے راستہ میں بہت سے عرب بدو ان کے ساتھ ہو گئے تھے جب ان کو حقائق امور کا علم ہوا تو بھاگ گئے، عبیداللہ نے کوفہ آنے والے راستوں کے موڑوں پر پہرہ لگا دیا تھا اور حضرت حسین کو گرفتار کر کے لانے کے لئے فوجیں مامور کر دی تھیں۔ کوفہ کی ساری مردم آبادی یا توان کے

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقابلہ کے لئے نکل گئی تھی یا گورنر کے کیمپ میں حکم کی منتظر تھی[1]۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ مسلم مختار کے گھر آکر ٹھہرے تھے مختار نے ان کی بڑی آؤبھگت کی ان کی دعوت پر لبیک کہا، سچے دل سے ان کی تحریک کو کامیاب بنانے کا مشورہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں کو اس کا سپاہی بنا کر مسلم کے ہاتھ پر حضرت حسینؓ کے لئے بیعت کرا دی[2]۔ پھر وہ اپنے غلاموں اور موالی کی ایک جمعیت لئے اور اس دعوت کی تبلیغ کرنے اپنی جاگیر چلا گیا جو کوفہ سے باہر تھی اس کے جانے کے بعد مسلم ہانی کے گھر منتقل ہو گئے مسلم کے عبیداللہ سے آمادۂ پیکار ہونے کی خبر اس کو دوپہر کے وقت ملی اور وہ فوراً اپنے موالی کے ساتھ مغرب کے وقت کوفہ پہنچ گیا۔

عبیداللہ نے اہل کوفہ کو قابو میں لانے کے لئے منادی کرا دی تھی کہ جو شخص جامع مسجد میں حاضر نہ ہوگا اس کا خون حلال ہے۔ لوگ جوق جوق اہل بیت کی جاں نثاری کو جان پر قربان کئے مسجد میں جمع ہو رہے تھے مختار مسجد کے دروازہ پر دریافت حال کے لئے پہنچا تو اس کے ایک خیر خواہ نے تعجب سے پوچھا: "تم یہاں کیسے کھڑے ہو نہ لوگوں کے (وفاداران حکومت) کے ساتھ ہو نہ اپنے گھر میں ہو (یعنی باغیوں کے ساتھ) مختار نے کہا "خدا کی قسم تم نے اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ میری عقل خبط ہو گئی ہے کہ کیا کروں[3]۔ خیر خواہ نے کہا: خدا کی قسم مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مارے جاؤ گے اس کے بعد عبیداللہ کے ڈپٹی گورنر نے جو اہل کوفہ کو مسجد میں جمع کرنے کا منتظم تھا مختار کو پیغام بھیجا: "عقل کے ناخن لو خود کو خطرہ میں نہ ڈالو، مسلم کی پوزیشن بھروسہ کے لائق نہیں اگر تم مسجد میں حاضر ہو جاؤ گے تو میں عبیداللہ سے سفارش کر کے تم کو بچا لوں گا۔" مختار نے خیریت

---

[1] حضرت حسین مع اکثر ساتھیوں کے شہید کر دیئے گئے۔ ان کے دونوں چھوٹے لڑکوں علی اور عمر اور حرم کی عورتوں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا گیا یزید حادثہ کربلا کی خبر سن کر آبدیدہ ہو گیا اور عبیداللہ کے نمائندہ سے بولا؟ تمہارا پرامو حسین کو قتل کئے بغیر میں تمہاری کارگذاریوں سے مطمئن ہو جاتا۔ ابن مرجانہ (عبیداللہ) پر خدا کی لعنت، قسم خدا کی اس کام کی سربراہ کاری اگر میرے ذمہ ہوتی تو ابو عبداللہ (حسین) کو معاف کر دیتا پھر بچوں اور عورتوں کو اس نے حرم میں بھیج دیا دوپہر کا کھانا علی اور عمر کے ساتھ کھاتا تھا۔ اخبار الطوال ص ۲۷۲ [2] طبری ۵۷/۷ و انساب الاشراف ۲۱۴/۵ [3]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی میں دیکھی اور مسجد میں حاضر ہو گیا، صبح کو عبید اللہ نے ان سرداران کوفہ کو جو مسجد میں جمع ہوئے تھے سوال جواب کے لئے محل میں بلایا ان میں مختار بھی تھا اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ مختار مسلم کی مدد کے لئے موالی کی ایک جماعت لے کر آیا ہے غیظ اور طنز کے ساتھ اس نے مختار سے کہا مسلم کی مدد کے لئے تو فوجیں لے کر آیا ہے! مختار نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میں تو مسجد میں حاضر ہو گیا تھا اور رات وہیں گذاری عبید اللہ نے بڑے زور سے اس کے منہ پر چھڑی ماری جس سے اس کی آنکھ کا ڈھیلا الٹ گیا۔ اب ڈپٹی گورنر آگے بڑھا اور اس نے مختار کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی سفارش کی، مختار قید میں ڈال دیا گیا اور واقعۂ کربلا تک قید میں رہا۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے بعد مختار نے اپنے چچازاد بھائی (زائدہ بن قدامہ بن مسعود) کو عبداللہ بن عمر رضی کو مختار کی بہن صفیہ بیاہی تھی، کے پاس مدینہ بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ یزید کو لکھ کر عبید اللہ کی قید سے اس کو چھڑا لیں، یزید نے اس کی رہائی کا خط لکھ دیا، عبید اللہ نے با دل ناخواستہ تین دن کے اندر اندر کوفہ چھوڑنے کا حکم دے کر اس کو رہا کر دیا[1]۔

تیسرے دن مختار اپنے وطن طائف کو روانہ ہو گیا دل میں حسرت، غصہ، اور ناقابل تسخیر عزم کے جذبات لئے اس کے منصوبے پختہ ہو چکے تھے اہل بیت کے لئے اس کا خلوص اور وفاداری مُبرہن ہو چکی تھی۔ انھی کی خاطر وہ قید ہوا، انھی کی بدولت اس کی آنکھ گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اہل بیت کے حامی کی حیثیت سے وہ حکومت واقتدار حاصل کرے گا اس کو اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا۔

کوفہ سے آنے کے بعد مختار ساڑھے تین برس اپنے وطن طائف مکہ اور مدینہ میں رہا۔ وہ غالباً صفر ۶۱ھ میں گیا اور یزید کی وفات کے چھ ماہ بعد یعنی رمضان ۶۴ھ میں کوفہ لوٹا[2]۔ اس جبری اخراج کے بعد راستہ میں مکہ سے آنے والے ایک شناسائی سے اس کی ملاقات ہوئی جس نے آنکھ پھوٹنے کا سبب دریافت کیا۔ مختار نے کہا حرامزادے (عبید اللہ) نے لکڑی مار کر پھوڑ دی خدا مجھے غارت کرے اگر اس کی انگلیاں، ہاتھ اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں۔ ملاقاتی نے حیران ہو کر پوچھا

---

[1] آداب الاشراف ۵/۲۱۴ و طبری ۷/۵۹ [2] طبری ۷/۵۱ و ۷/۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ مختار نے وثوق سے کہا: میرے ان الفاظ کو یاد رکھو، ایک دن ان کی سچائی تم کو معلوم ہو جائے گی" پھر مختار نے اس سے ابن الزبیر کی سرگرمیاں دریافت کیں اس نے کہا ابن الزبیر خانہ کعبہ چلے گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے "اس گھر کے مالک" کے پاس پناہ لی ہے، لوگ کہتے ہیں وہ چھپ کر اپنے لئے بیعت لے رہے ہیں میرا خیال ہے جونہی ان کی قوت اور جمعیت بڑھی وہ بغاوت کر دیں گے مختار کو یہ سن کر بالکل تعجب نہیں ہوا کیونکہ وہ پہلے ہی سے ابن الزبیر کے ارادوں سے واقف تھا۔ ملاقاتی کی رپورٹ پر اس نے یہ الفاظ کہے: "یقیناً ایسا ہی ہوگا بلاشبہ عربوں میں ایک وہی جیوٹ آدمی ہیں، اگر وہ میرے مشورہ پر عمل کریں تو میں لوگوں کو ان کے جھنڈے تلے جمع کر دوں گا اگر ایسا نہ کریں گے تو خدا کی قسم میں بھی کسی عرب سے کم نہیں ہوں[۱]۔ اس کے بعد حضرت علی اور حسین کے قتل کے انتقام اور ایک ہولناک فتنہ کے رونما ہونے کی پیشین گوئی کر کے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ (باقی آئندہ)

---

[۱] طبری ۷/۶۰

تفسیر مظہری

تمام عربی مدرسوں، کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بے مثل تحفہ

ارباب علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی یہ عظیم المرتبہ تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمد للہ کہ۔ سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں چھپ چکی ہیں جو کاغذ و دیگر سامان طباعت و کتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں۔

ہدیہ غیر مجلد جلد اول تقطیع ۲۹×۲۲ سات روپے، جلد ثانی سات روپے جلد رابع پانچ روپے جلد خامس سات روپے جلد ششم آٹھ روپے، جلد ثالث آٹھ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

التقریظ والانتقاد

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی کی سیاسی مکتوبات[1]

(سعید احمد اکبر آبادی)

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کا زمانہ تاریخِ ہند کا ایک نہایت پُرآشوب و پُرفتن زمانہ تھا اکبر و جہانگیر کے تخت کا وارث ایک کٹ پتلی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا ملک میں ہر طرف طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی مشرق میں انگریز اور راودھ والے۔ مغرب میں سکھ۔ جنوب میں مرہٹے اور راجپوت، اور گنگا جمنا کے دوآبہ میں روہیلہ پٹھان اپنی اپنی حکومت قایم کرنے کے جتن کر رہے تھے۔ سوسائٹی کا شیرازۂ زندگی پراگندہ ہوگیا تھا۔ لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا ان حالات میں یہ کیوں کر ممکن تھا کہ شاہ ولی اللہ ایسا زبردست مفکر و صاحبِ نظریہ سب کچھ دیکھتا اور حالات کو بدل کر ایک صالح سوسائٹی پیدا کرنے کی فکر نہ کرتا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب کی تصنیفات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب ایک نہایت جامع اور وسیع انقلابی پروگرام کے حامل تھے انھوں نے ایک عظیم المرتبت مجدد و مفکر کی حیثیت سے اپنے عہد کی ہر قسم کی سیاسی، سماجی اقتصادی۔ اور مذہبی و اخلاقی زبوں حالی کا جائزہ دقیقہ رسی کے ساتھ لیا اُس کو برملا اور علی الاعلان بیان کیا اور اس صورتِ حال کا جو کامیاب علاج ہوسکتا تھا اس کو بار بار اور مختلف اسالیبِ بیان کے ساتھ پیش کیا لیکن باینہمہ یہ چیز برابر کھٹکتی اور خلش کا باعث بنتی رہی کہ شاہ صاحب نے اپنی دعوتِ انقلاب کو صرف فکر و نظر اور تحریر و تقریر تک محدود رکھا اور حضرت مجدد الف ثانی کی طرح انقلاب پیدا کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا اس خلش کی وجہ یہ تھی کہ پیش نظر حضرت شاہ صاحب کی صرف تصنیفات تھیں اور ان کے علاوہ کوئی سرمایۂ معلومات ایسا نہیں تھا جن کی روشنی میں

[1] مرتبہ جناب خلیق احمد صاحب نظامی لکچرر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کتابت و طباعت بہتر تقطیع متوسط قیمت مجلد ۴ روپیے
پتہ :- احتشام احمد صاحب نظامی نفیس منزل مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ صاحب کی عملی جد و جہد کا بھی کچھ پتہ مل سکتا۔

جو لوگ حضرت شاہ صاحب کی عظمتِ فکر و شخصیتِ بلند سے آگاہ ہیں ان سب کو شکر گذار ہونا چاہیئے جناب مولوی خلیق احمد صاحب نظامی ایم۔ اے کا کہ انھوں نے حضرت اقدس کے سیاسی مکتوبات کا کھوج لگا کر اور ان کو نہایت خوبی اور عمدگی سے مرتب و مہذب کر کے آج اس خلش کے دور ہونے کا سامان بہم پہنچا دیا ہے اور قارئین کا تو معلوم نہیں حال کیا ہوگا راقم الحروف کو جب یہ کتاب ملی اور فوراً اس کو از اول تا آخر پڑھا تو کہہ نہیں سکتا کہ کس قدر مسرت و شادمانی اس خیال سے ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب کی تصنیفات پڑھ کر راقم الحروف نے شروع سے جو خیال قایم کر رکھا تھا اور جو ٹھوس مواد نہ ملنے کی وجہ سے صرف قیاس آرائی کی حد تک محدود تھا آج وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کتاب میں پروفیسر محمد حبیب اور شیخ عبد الرشید کے تعارف و تقریب کے بعد پہلے خود فاضل مرتب کا ایک محققانہ اور طویل مقدمہ ہے جس میں انھوں نے حضرت شاہ صاحب کے عہد کے حالات پر بڑی دلکش زبان میں روشنی ڈال کر مکتوبات کا جائزہ لیا اور ان کی اہمیت و مباحث پر گفتگو کی ہے اس کے بعد اصل مکتوبات ہیں جو سب فارسی زبان میں ہیں اور گنتی میں چھبیس ہیں۔ اصل مکتوبات کے بعد ان کا اردو ترجمہ ہے جو صفحہ ۱۹ سے ۵۳ تک پھیلا ہوا ہے ترجمہ کے بعد حواشی ہیں جن میں مکتوبات کے بعض اشاروں کے متعلق تاریخی حوالجات بڑی محنت سے بہم پہنچائے گئے ہیں پھر ضمیمہ جات کا ایک باب ہے جس میں حضرت شاہ صاحب کے سوانح و حالات اور تصنیفات اور حضرت شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ کی ایک فہرست مع ان کے اسماء اور تاریخہائے تخت نشینی و تخت گذاری کے احمد شاہ ابدالی، نجیب الدولہ، نواب مجد الدولہ، مولانا سید احمد یعنی حضرت شاہ صاحب کے اہم اور نمایاں تر مکتوب الیہم کے حالات و سوانح کا ذکر مؤرخانہ طور پر کیا گیا ہے۔ سب سے آخر میں ان مختلف زبانوں کے ماخذ کی فہرست ہے جن سے ان مکتوبات کی جمع و تدوین میں مدد لی گئی ہے اس تفصیل سے یہ واضح ہوگا کہ یہ کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس طرح حضرت شاہ صاحب سے عقیدت وارادت رکھنے اوران کے ایک ایک لفظ کو خزف جاں سمجھنے والوں کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے اسی طرح ہندوستان کی اٹھارہویں صدی کی تاریخ کے ایک طالب علم کے لئے بہت قیمتی اور لایق قدر ہے۔

ان خطوط کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی نظر زوال کے اسباب پر کس قدر گہری تھی اوران کے دل میں اس صورت حال کے باعث درد وغم کا کیسا بے پناہ ہجوم تھا جو انھیں ہر وقت سراسیمہ دآتش زیر پا رکھتا تھا اس حقیقت کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے اصلاح وانقلاب کا جو پروگرام تیار کیا تھا وہ کس درجہ وسیع۔ ٹھوس اور وقت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ تھا یہ ایک ایسا زمانہ تھا جب کہ یورپ میں صنعتی انقلاب پیدا ہورہا تھا اور جاگیرداری نظام ختم ہونے والا تھا۔ حضرت شاہ صاحب بھی اس کے حامی ہیں اور وہ بادشاہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی جاگیریں ختم کردی جائیں۔ جاگیرداری سسٹم کو ختم کرنے کی طرف یہ پہلا قدم تھا۔

حضرت شاہ صاحب نے سب سے پہلے اس کی کوشش کی کہ دلی کے بے جان بادشاہ میں کسی طرح جان پڑجائے اور مرکزی حکومت کی پرانی عظمت واپس آجائے مغل بادشاہ احمد شاہ اوراس کی والدہ کو حضرت شاہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ ماں بیٹے دونوں خود حضرت موصوف کے مکان پر آتے تھے اور روحانی فیوض وبرکات حاصل کرتے تھے (مکتوب دہم) حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ کو اصلاح وانقلاب کا ایک نہایت واضح اور جامع پروگرام دیا۔

ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں

بادشاہ کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ ادھر بنگال میں علی وردی خاں پیرانہ سالی کے باوجود مرہٹوں اوران کے ساتھ اسلام دشمن پٹھانوں کو کبھی بہار میں اور کبھی اڑیسہ میں اور کبھی خود بنگال میں شکستوں پر شکستیں دے رہا تھا لیکن ادھر بادشاہ (محمد شاہ) نے پچیس لاکھ صوبۂ بنگال اور دس لاکھ صوبۂ بہار کی طرف سے بطور چوتھ کے مرہٹوں کو ہر سال دینا منظور کرلیا اوراس طرح گویا مرہٹوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتدار کو جواز کی دستاویز لکھ دی گئی محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کا اکلوتا لڑکا احمد شاہ ۱۷۴۸ء میں بادشاہ ہوا تو چونکہ بچپن سے لے کر اکیس سال کی عمر تک یعنی تخت نشین ہونے سے ایک سال پہلے تک اس کی پرورش عورتوں کے جھرمٹ میں اور محل شاہی کے عشرت افزا ماحول میں ہوئی تھی اس لئے یہ امور سلطنت و حکومت سے بالکل بیگانہ تھا چنانچہ بادشاہ ہوتے ہی اس نے تمام کاروبار حکومت جاوید خاں نامی ایک خواجہ سرا کے سپرد کر دیا اور خود عیش و عشرت کی داد دینے میں مصروف ہوگیا" سبک عقلی اور دل و دماغ کی تہی دامنی سے نوبت یہاں تک پہنچی ایک مرتبہ ایک شیر خوار بچہ کو پھولوں کے تختہ پر بٹھا کر اعلان کیا کہ یہ بچہ شہنشاہ ہے اور امراء و حکام کے سپرد کو حکم دیا کہ اس بچہ کو آکر سلام کریں اور آداب شاہی بجالائیں ایک مرتبہ ایک تین سال کے بچہ کو پنجاب کا گورنر اور دوسرے دو سالہ بچہ کو اس کا نائب مقرر کیا پس ظاہر ہے کہ ایسے بے مغز و بے حس بادشاہ سے کیا توقع ہو سکتی تھی، اب حضرت شاہ صاحب نے اس طرف سے مایوس ہوکر ان طاقتوں کا جائزہ لیا جو اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ملک میں ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھیں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان سب طاقتوں یعنی انگریز، مرہٹے، جاٹ اور سکھ میں سب سے زیادہ صالح عنصر روہیلوں کا تھا جنہوں نے ہمالہ کے دامن سے اُٹھ کر تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حکومت "از گنگ تا سنگ" قائم کرلی تھی اور جو عدل و انصاف، ہمت و جرأت، بیدار مغزی اور انتظامی و حربی صلاحیتوں کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھے، اب حضرت شاہ صاحب کی نگاہِ انتخاب نے ان کو تاکا چنانچہ اس مجموعہ میں آٹھ خطوط روہیلہ سردار نجیب الدولہ کے نام ہیں جن میں حضرت شاہ صاحب مکتوب الیہ کی عجب عجب طریقہ سے حوصلہ افزائی کرتے اور ہمت بندھاتے ہیں کبھی اس کو راس المجاہدین کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور کبھی رئیس الغزاۃ لکھکر اس کے کلاہِ افتخار کو تا بفلک پہنچاتے ہیں، ایک خط میں کس امید اور ولولہ کے ساتھ لکھتے ہیں

"آنچہ معلوم می شود آنست کہ امروز تائید ملت و امت مرحومہ در پردۂ آں مصدر خیر ظہور می کند۔"

نجیب الدولہ کو دہلی پر حملہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی تاکید ہے کہ راستہ میں یا دہلی

© rasailojaraid.com